محمد آصف

اسکالر پی ایچ۔ڈی اُردو

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

غالبؔ پر ان کے پیشروؤں کے اثرات

Mirza Asadullah Khan Ghalib (1797-1869) promoted his numerous dorment skills through different catagories of poetry. He is considered a pedagogue by his Predecesors who were Practitioners of Urdu and Persian poetry in the manneers of writing and in the adapation of writing rhetorics. He distinguished himself in poetic compilation. In Ghalib's poetic promotion, we encounter innovation coupled with philosophy and melody of thought. This act of him distinguishes him from his renowned successors. He considers easy style of writing as his effective tool for the spontaneous overflow of his powerful feelings. Although his Persian poetry displays a little bit of complexity but his Urdu poetry is free from all Complexities. In Urdu poetic diction Mirza forwards his revolutionary thoughts and passian in very simple and intelligible language. He practied his hand both in prose and poetry of Urdu and Persian sucessfully. In the writing of Persian poetry, he kept a keen eye on the tradition and vogue of Persian poetic writings practied by his Persian successors. However, he scored eminence and fame in Urdu by amending and turning the vogue into innovation in Urdu writings. His masterpieces include Khatoot-e-Ghalib (The epistles of Ghalib) and Kulyaat-e-Ghalib (The poetry by Ghalib) He is sustained by his prose and poetry till date.

روزمرہ زندگی میں ہرانسان کا کوئی نہ کوئی پسندیدہ شخص ضرورہوتا ہے جس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وہ انسان ترقی کی منازل طے کرنا چاہتا ہے۔اُس پیشروانسان سے اُس انسان کو ایک فطری محبت اور لگاؤ ہوتا ہے اور اس کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اُسے ذہنی اور قلبی سکون حاصل ہوتا ہے اوراگر پیشرو شخص اہل علم بھی ہو اور وہ کسی فن میں ماہر بھی، تواس کی اہمیت دو چند ہوجاتی ہے۔تاریخ بتاتی ہے کہ ایک مقام و مرتبے حاصل کرنے والی شخصیت نے ہمیشہ کسی ایک شخص یا زیادہ اشخاص سے اثرات لیے اور پھر ان اثرات کے بل بوتے پر وہ تاریخ کا ایک یادگار حصہ بن گئی اور آنے والے لوگوں کے لیے ایک نمونہ یا ماڈل بن گئی۔

مرزا غالب نے بھی کچھ اپنے اساتذہ اور اُس وقت کے نامور شعراء سے اثرات لیے۔مرزا غالب کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں معلومات نہ ہونے کے برابرہیں۔مرزاغالب کی ابتدائی تعلیم کے زمانہ میں مولوی محمد معظّم آگرے

میں ایک مشہور معلم تھے۔غالب نے بھی ابتدائی فارسی کی تعلیم انہی سے حاصل کی اور فارسی ادب کے حوالے سے کچھ مثبت اثرات لیے۔

غالب کوفارسی زبان و ادب سے فطری لگاؤ تھااور مرزا غالب کے اس ذوق کو ملاّ عبدالصمد ایرانی نے مزید نکھارا۔یہ سیروسیاحت کرتے ہوئے ہندوستان آئے اور اکبر آباد (آگرے)میں مرزا غالب کے ہاں دو برس تک ٹھہرے۔ یہ ایک ایرانی امیر زادے تھے جنھوں نے اپنا آبائی مذہب چھوڑدیا اور مذہبِ اسلام قبول کرلیا۔ملّا عبدالصمد فارسی اور عربی زبان پر دسترس رکھتے تھے۔مرزا غالب نے فارسی کی تعلیم اِن سے بھی حاصل کی انھیں غالب سے بڑی محبت تھی۔ غالب نے اپنی کتابوں میں ان کا ذکر محبت اور احترام سے کیا ہے۔لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ اُس استاد کاوجوداب تک بعض اربابِ علم و فضل میں بحث کا موضوع بنا ہوا ہے۔اس بارے میں شک و شبہ کی ابتداء غالباًخواجہ حالی مرحوم کے اس بیان سے ہوئی:

"کبھی کبھی مرزاکی زبان سے یہ بھی سنا گیا کہ مجھ کو مبدءِ فیّاض کے سوا کسی سے تلمذ نہیں اور عبدالصّمد محض ایک فرضی نام ہے چونکہ مجھ کو لوگ بے استادا کہتے تھے،ان کا منہ بند کرنے کو میں نے ایک فرضی اُستاد گھڑلیا ہے۔"(۱)

خواجہ حالیؔ بھی مرزا غالب کے قریب رہے اورانھوں نے شایداسی قسم کی بات سنی ہو گی لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مرزا غالب نے ملّا عبدالصّمد سے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔"اردوئے معلی" کے ایک مکتوب جو انہوں نے ۷اکتوبر۱۸۶۶ء میں نواب کلب علی خان رئیس رام پور کو لکھااس خط سے بھی پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے فارسی زبان کے اسرار رموز عبدالصّمد سے حاصل کیے اور خط کے اس جملے سے کہ"میں نے اُس حقائق ودقائق زبان پارسی کے معلوم کیے،اب مجھے اس امر خاص میں نفس مطمئنہ حاصل ہے۔"تویقین ہوجاتاہے کہ مرزا غالب نے فارسی کی تعلیم ملّا عبدالصّمد سے حاصل کی۔

بعض مصنفین نظیر اکبرآبادیؔ کو بھی غالب کا استاد تصور کرتے ہیں۔اس کا ثبوت یہ بتایا جاتا ہے کہ غالبؔ کے بچپن کے زمانہ میں آگرے میں نظیر کا مکتب تھا اورمرزاغالب کا بچپن بھی آگرے میں گزرا ،اس لیے انھوں نے اس مکتب سے حصول علم کیا۔

ڈاکٹر عبدالغنی اپنی کتاب "فیض بیدل" میں محمد معظّم اور ملّا عبدالصمّد کے ساتھ نظیر اکبر آبادی کو بھی مرزا غالب کا استادتصور کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

"ان کے اساتذہ میں مولوی محمد معظّم ،نظیر اکبر آبادی اور ملّاعبدالصمّدہر مزد کا نام لیا جاتا ہے۔"(۲)

غالبؔ نے ابھی ادبی زندگی میں قدم ہی رکھا تھا کہ تذکرہ نگار ان کو اپنے تذکروں میں جگہ دینے لگے اور ان کے بارے میں اظہار خیال کرتے۔اس بارے میں اوّلین رائے میر تقی میر کی ہے جس کا ذکر خواجہ حالی نے اس طرح کیا ہے:

''جس روش پر مرزا نے ابتداء میں اُردو کا شعر کہنا شروع کیا تھا،قطع نظراس کے کہ اس زمانے کا کلام خودہمارے پاس موجود نہیں ہے، اس روش کا اندازہ اس حکایت سے بخوبی ہوتا ہے۔خود مرزاکی زبانی سنا گیا ہے کہ میر تقی میر نے جو مرزاکے ہم وطن تھے،اُن کے لڑکپن کے اشعار سن کر یہ کہاتھا کہ اگر اس لڑکے کو کوئی استاد مل گیا اوراس نے اس کو سیدھے راستے پر ڈال دیاتو لاجواب شاعر بن جائے گاورنہ مہمل بکنے لگے گا۔''(۳)

میر تقی میرؔ کی عظمت کے مرزاغالب خود بھی معترف تھے اور ان کی عظمت کو خود انہوں نے اپنے ایک شعر میں اس طرح خراجِ تحسین پیش کی ہے:

ریختہ کہ تمہی استاد نہیں ہو غالبؔ
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

اس شعر سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مرزا غالب نے یقیناً میر تقی میرؔسے کسبِ فیض حاصل کیاہے۔

مرزا غالب کے زمانہ میں فارسی زبان کو ایک خاص اہمیت تھی اس وقت فارسی زبان کے مختلف سبک یا اسٹائل مختلف ممالک میں مروّج تھے، سبک شناسی کو متعارف کروانے والوں میں سب سے پہلا نام ملک الشعر محمد تقی، بہارؔ کا ہے۔ ان کی کتاب ''سبک شناسی ''فارسی ادب کی تاریخ کے مطالعہ میں ایک سنگ میل کاکام کرتی ہے۔ملک الشعر،بہارؔ کی وفات کے بعدڈاکٹرحسین خطیبی کو ان کی جگہ ملی۔انہوں نے بھی سبک شناسی پر کافی کام کیا،لیکن ان کی کتاب شائع نہ ہو سکی۔ سبک شناسی کے فروغ میں تیسرا نام ڈاکٹرمحمد جعفر مجحوب کا ہے۔ان کی عالمانہ کتاب''سبک خراسانی درشعر فارسی'' اس سلسلہ کی ایک اہم کتاب ہے۔

فارسی کے جو تین سبک یا اسلوب تھے ان میں سب سے پہلے سبک کانام خراسانی ہے جو خراسان کے علاقہ میں پھولا پھلا۔اس سبک کی نمایاں خصوصیات سادگی،صفائی ،فطری تشبیہات واستعارات اورشکوہ الفاظ ہیں۔دوسرے سبک کا نام سبک عراقی ہے جس نے جنوبی ایران میں نشوونماپائی ،مگر تمام فارسی دنیا میں مقبول ہو گیا۔ان کی خصوصیات میں آمد، جذبات نگاری،رقت اورالفاظ کی روانی وغیرہ شامل ہیں۔

برصغیر میں مغلوں کے دورِ حکومت کے آخری زمانے میں فارسی شاعری کا جو اسلوب رائج ہوا۔اُسے''سبک ہندی''(ہندی اسلوب) کہتے ہیں۔یہ اسلوب صرف ہندوستان میں ہی رائج نہ ہوا بلکہ اُس کی مشہوری پوری دنیا میں ہوئی البتہ ہندوستان کی آب و ہوا اور معیشیت وفلسفہ نے اس سبک کو جلادی ہے۔اس سبک کی نمایاں خصوصیات میں معنی

آفرینی، آورد، دوراز فہم خیالات، پیچیدگی عبارت نیز فطری تشبیہات اور استعارے وغیرہ شامل ہیں۔ جہاں تک پسندیدگی کا تعلق ہے تو ایرانی موّرخین اور مصنفین "سبک ہندی" کو بہت اچھی نظر سے نہیں دیکھتے البتہ کچھ مصنفین اس کو پسند بھی کرتے ہیں لیکن وہ اس کو" سبک اصفہانی" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔امیری فیروز کو ہی نے اس سبک یعنی سبک اصفہانی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

شروع شروع میں اس سبک میں زیادہ تر قصائد اور غزلیں لکھی گئیں۔ اس سبک کے بانیوں میں حضرت امیر خسرو کا نام سرِفہرست ہے۔ ان کے بعد بیدلؔ نے اس سبک کو معراجِ کمال تک پہنچادیا۔ بیدلؔ کے یہ سبک ہندوستان، تاجکستان اور افغانستان میں بے حد مشہور ہوئے مگر ایران میں ان کو مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔افغانستان میں ان کو فارسی کا سب سے بڑا شاعر سمجھا جاتا ہے اور بیدلؔشناسی ایک اصطلاح کے طور پر سامنے آئی۔ کلیاتِ بیدل بڑے اہتمام سے چار جلدوں میں کابل میں شائع ہو ا ہے جس کا وزن تقریباً آٹھ کلو ہے۔

مغلیہ سلطنت کے عروج کے ساتھ ساتھ "سبک ہندی"کو بھی پھیلنے پھولنے کا موقع ملا۔ عرفیؔ، نظیریؔ، صائبؔ، ظہوریؔ اور شیخ علی حزیںؔ جیسے شاعروں کو اس سبک کا استاد مانا گیا تاہم یہ شعراء ایران میں مقبولیت حاصل نہ کرسکے۔ صائبؔ کے علاوہ اِن میں سے دوسرے شعراء گمنام رہے تاہم ہندوستان میں اِن سب شعراء کے مطالعہ پر اصرار کیا جاتا تھا اور کیا جارہا ہے۔

غالب کی ابتدائی تعلیم کے زمانہ میں ہندوستان میں ان فارسی شعراء کو مقبولیت حاصل تھی اور یہاں کے شعراء ان کی پیروی کرنا اپنے لیے باعثِ افتخار سمجھے تھے۔ گویا اس وقت فارسی شاعری کا دور دورہ تھا اور غالب کو بھی اس وقت اپنی فارسی شاعری پر اُردو سے زیادہ فخر تھااور ان کا دعوی تھا۔

فارسی بیں تابنی نقشہای رنگ رنگ
بگرراز مجموعۂ اردو کہ بی رنگ من است

مگر اس وقت فارسی ہندوستان میں دم توڑ رہی تھی اور ان کی عظیم شہرت کا سبب ان کا اُردو کا سرمایہ ہے بہرحال اگر غالبؔ اُردو زبان کے سب سے بڑے شاعر مانے جاتے ہیں،تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو فارسی ادب میں بھی وہی درجہ حاصل ہے۔

غالب کے بچپن کے زمانے میں خواجہ حافظ شیرازیؔ کو فارسی شاعری کا ایک عظیم شاعر سمجھا جاتا ہے۔ان کی شاعری میں حقیقت اور مجاز کی عمدہ مثالیں ہیں اور اس کے علاوہ انہوں نے غزل کو نیا رنگ اور مزاج عطا کیا۔ سہلِ ممتنع کے ساتھ ساتھ ان کا کلام غیر معمولی عمق کا حامل ہے،جو سعدیؔ جیسے عظیم شاعر کو بھی حاصل نہ ہو سکا۔

حافظؔ کے اشعار اتنے ضرب المثل ہو گئے تھے کہ تمام صاحبانِ ذوق ان کو موقع اور محل پر استعمال کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں۔ مرزا غالب بھی حافظ شیرازیؔ کی عظمت کے قائل ہیں اور ان کو بہت بڑا شاعر سمجھتے ہیں۔ غالب

نے حافظؔ کی شاعری سے بہت فائدہ اٹھایااور ان کی طرزاور ان کی مانند غزلیں تحریر کی ہیں۔مثال کے طور پر غالبؔ اور حافظؔ کا ایک ایک شعر نقل کیا جاتا ہے جو ہم طرح ،ہم ردیف اور ہم قافیہ ہیں:

حافظؔ

ساقیا برخیز ودردہ جام را
خاک برسرکن غم ایّام را

غالبؔ

چوں بقاصد بسپرم پیغام را
رشک نگزارد کہ گویم نام را

مرزا غالب، حضرت امیر خسرو کو بھی اپنا پیشرو سمجھتے ہیں اور ان کی شاعری کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں۔ایک خط میں سرورؔ کو لکھتے ہیں:

"ہندوستان کے سخنوازوں میں حضرت امیر خسرودہلوی علیہ الرحمتہ کے سوا کوئی استاد مسلّم الثبوت نہیں ہواکہ کیخرو قلمرو سخن طرازی ہے یا ہم چشم نظامی گنجوی وہم طرح سعدیؔ شیرازی ہے۔منتؔ ،مسکینؔ اور واقفؔ و قتیلؔ یہ تو اس قابل بھی نہیں کہ ان کا نام لیجیے۔ان حضرات میں عالم وعلوم عربیہ کے محقق ہیں،خیر ہوں، فاضل کہلائیں،کلام میں ان کے مزا کہاں؟ایرانیوں کی سی ادا کہاں؟"(۴)

جب مرزا غالب شاعری کی ابتداء کررہے تھے اس وقت" سبک ہندی" کی طرز پر شاعری کی جاتی تھی۔اس طرز کو بیدلؔنے انتہائی پیچیدہ اور فلسفیانہ بنا دیا۔اگر مرزا غالب کی ابتدائی شاعری کو بغور نظر دیکھا جائے تو اس میں بیدلؔ کا بہت اثر نظر آتا ہے۔ڈاکٹر عبدالغنی اس سلسلہ میں رقمطرازہیں:

"مرزا بیدلؔ کے اوزان کی موزونیت اور ان کے قافیہ و ردیف کی نغمگی،ان کا کمال اسلوب ، ان کا احساس جمال ،ان کے افکار کی عظمت ، ان کے قلب و نظر کی وسعت اور شخصیت کی دل نوازی ، ان تمام چیزوں سے مرزا غالب متاثرہیں۔ سخن گوئی میں میرزا بیدلؔ کو دل و جان سے اپنا مرشد راہ تسلیم کر چکے ہیں اور پُر امید ہیں کہ اتباع بیدل کی وجہ سے بھی ایک روز صاحب کمال بن جائیں گے۔"(۵)

مرزا غالبؔ کی ابتدائی شاعری مرزا بیدلؔ کی شاعری کی طرح تھی۔اردو میں مرزا غالبؔ کے بعض فارسی شعر تو ہو بہو،بیدلؔکے شعر نظر آتے ہیں حالانکہ بیدل کی طرح شعر کہنا کوئی آسان کام نہیں تھا تاہم یہ کام مرزاغالب ہی نے کیا خود فرماتے ہیں:

طرز بیدل میں ریختہ لکھنا

اسد اللہ خان! قیامت ہے

غزل مرزا غالبؔ کی خاص پہچان ہے۔غزل میں مرزا غالب نے عرفیؔ،نظیریؔ، ظہوریؔ،طالب آملیؔ اور حزیںؔ جیسے شعراء کی پیروی کی اور اِن شعراء کو اپنا پیشرو مان کر ان کی طرز شاعری کو اپنی شاعری میں استعمال کیا۔ان شعراء سے وہ خاصے متاثر نظر آتے ہیں۔ان کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

"اگرچہ طبیعت سے ابتداء سے نادر اور برگزیدہ خیالات کی جویا تھی ، لیکن آزادہ روی کے سبب زیادہ تر ان لوگوں کی پیروی کرتا رہاجو راہ صواب سے نابلد تھے۔آخر جب ان لوگوں نے جو اس راہ میں پیشرو تھے دیکھا کہ میں باوجودیکہ ان کے ہمراہ چلنے کی قابلیت رکھتا ہوں اور بے راہ بھٹکتا پھرتا ہوں،ان کو میرے حال پر رحم آیا اور انھوں نے مجھ پر مربیانہ نگاہ ڈالی۔شیخ علی حزیںؔنے مسکرا کر میری بے راہ روی مجھ کو بتلائی ، طالب آملیؔ اور عرفیؔ، شیرازیؔ کی عضب آلود نگاہ نے آوارہ اور مطلق العنان پھرنے کاجومادہ مجھ میں تھا اس کو فنا کردیا۔ظہوریؔ نے اپنے کلام کی گہرائی سے میرے بازو پر تعویز اور کمر پر زادِ راہ باندھا اور نظیریؔ نے خاص روش پر چلنا مجھ کو سکھایا"(۶)

مرزاغالبؔ نے مندرجہ بالا شعراء کا ذکر اکثر اپنی شاعری میں کیا۔ان کے مصرعوں کو اپنی شاعری میں استعمال کیااوران شعراء کی طرز پر غزلیں لکھیں اور ایسا کرتے ہوئے اپنے آپ کو قابل فخر سمجھا۔البتہ بعض اوقات مرزا غالب شاعرانہ تعلی کی وجہ سے اپنے آپ کو ان سے بلند تراور ارفع ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔درج بالا شعراء نے مرزا غالبؔ کی شاعری پر جو اثر ڈالا اس کا اندازہ درج ذیل اشعار سے کیا جا سکتا ہے۔

عرفیؔ

خیز و شراب حیر تم زاں قدِ جلوہ سازدہ

رومی بروی حسن کن دست بدست سازدہ

غالبؔ

مرز فنا فراخ را مژدۂ برگ و سازدہ

سایہ بہ مہر درگذار قطرہ بہ بحر بازدہ

نظیریؔ

آں کہ برما رقمِ کینہ زداز کینہ ما
نقش آئینہ خود دیدہ در آئینہ ما

غالبؔ

محو کن نقش دوئی ازورقِ سینہَ ما
ای نگاہت الف صیقلِ آئینہ ما

ظہوریؔ

حسن از تو حسابی شدہ مہہ درچہ حسالبت
خورشید نہ رشکی کہ چنیں درتب و تاب ست

غالبؔ

ہم وعدہ وہم منع رنجشش چہ حساب ست
جان نیست مکرر نتواں داد شراب ست

بیدلؔ

مرا بآبلہَ پاچہ مشکل افتا دست
کہ تا قدم زدہ ام پائے بردل افتا دست

غالبؔ

زمن گستی و پیوند مشکل افتا دست
مرانگیر بخوبی کہ در افتا دست

غالب کے پیشروؤں میں ایک نام ہلالی چغتائی استر آبادی کا بھی ہے۔ان کے دیوان نے ہندوستان میں بہت شہرت پائی اور یہ کم ازکم بارہ مرتبہ مطبع نول کشور چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ان کے طرزکو بھی مرزاغالب نے اپنانے کی کوشش کی ہے اور جس بحر میں انہوں نے غزلیں کہیں ہیں اس بحر میں مرزاغالب نے بھی غزلیں کہی ہیں۔

ہلالیؔ

بشکر آنکہ شاہِ مسندِ حسنی بصد عزت
مراں ازخاکِ راہِ خود بخواری داد خواہی را
چوں بیمارند چشمانِ تو خون کم می تواں کردن

چرا ہی لحظ می ریزند خونِ بی گناہی را

غالبؔ

ہمانا کزنو آموزانِ درس رحمتیؔ زاہد
بذوق دعوی ازبر کردہ بحثِ بے گناہی را

قصیدہ بھی مرزا غالب کاایک خاص میدان تھا۔غزل کے بعد قصیدہ میں بھی مرزا غالب نے کافی شہرت حاصل کی۔اس میدان میں انہوں نے انوریؔ، خاقانیؔ اور عرفیؔ کی خاص طور پر پیروی کی ہے اور جس طرح ان شعراء نے قصیدے لکھے غالب نے بھی اسی انداز میں قصیدے لکھے ہیں۔

غالبؔ نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی اور ہر صنف میں کمال دکھایاہے۔انہوں نے مثنویاں بھی لکھی اور یہ مثنویاں اُردو ادب میں کافی اہمیت کی حامل ہیں۔ان مثنویوں میں انہوں نے نظامی گنجویؔ،مولانا جلال الدین رومیؔ اور زلالیؔ وغیرہ کی پیروی کی ہے۔محمود شبستری کی مشہور مثنوی"گلشن راز جدید" نے بھی غالب پر گہرا اثر ڈالا اور تمام بڑے صوفی شعراء کی طرح مرزا غالب نے بھی محمود شبتری کو اپنا پیشرو مانا اور ان کی مثنوی سے رہنمائی حاصل کی۔

مثنویوں میں سب سے زیادہ قابل توجہ وہ مثنوی ہے جس میں غالبؔ نے سرسیداحمد کی تصحیح کردہ آئین اکبری پر تقریظ کی ہے۔سرسیداحمداورغالبؔدونوں نے نئی تہذیب کا استقبال کیا ہے۔غالبؔ بلاشبہ بہت بڑے شاعر تھے اور یہ ہنر سرسید کی نظر،شعرو شاعری کے الہامی ہنر کو چھوڑ کر ،غالبؔ سے زیادہ وسیع اور عمیق تھی۔ابوالفضل کی عظمت کو نہ سمجھنا، اس سے خود غالب کی کوتاہی ہی کا پتہ چلتا ہے۔نیز اس مثنوی کے ابیات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ نئی قدروں سے اس قدر مرعوب ہوگئے تھے کہ پرانی تہذیب اور قدروں کو باقی رکھنے یا اس کی قدروقیمت کو پرکھنے اور سمجھنے کے لیے تیار نہ تھے۔

مرزاغالب نے مشہور اصناف جیسے غزل ،قصیدہ ،مثنوی سبھی میں طبع آزمائی کی اور ان سب اصناف میں ایک عظیم مرتبہ حاصل کیا۔انھوں نے فارسی اور اُردو میں کچھ شاعروں کو اپنا پیشرو مانا اور ان کی طرز پر شاعری کی۔ انھوں نے امیر خسرو ، مرزا بیدلؔ ،حافظ شیرازیؔ،عرفیؔ،نظیری،ظہوریؔ،طالب آملیؔ،انوریؔ،خاقانیؔ اور مولانا رومیؔ کی پیروی کی۔ ان کا مرتبہ قصیدہ اور غزل میں عرفیؔ اور نظیریؔ کے لگ بھگ اور ظہوریؔ سے بڑھا ہوا۔مثنوی میں ظہوری کے لگ بھگ اور عرفیؔ و نظیریؔ سے بالا اور نثر میں تینوں سے بالا ہے۔اورپھر خاص بات کہ ان درج بالا شعراء کوپیش رو ماننے کے باوجودمرزا غالب نے اپنی انفرادیت بھی برقرار رکھی۔ان کی روِش اور انداز دوسروں سے الگ ہے۔ان کی تراکیب، الفاظ اور فکر کی پرواز میں پرانی روایت کے برخلاف ایک تازگی اور نیا آہنگ دکھائی دیتا ہے۔وہ آسان طرز تحریر کو اپنے شایان شان نہیں سمجھتے بلکہ پیچیدگی کو اپنی شاعری کا جزوخاص خیال کرتے تھے۔ان کی فارسی شاعری کی بنیاد اسی پیچیدگی پر ہے

تاہم اُردو نظم و نثر میں انہوں نے پیچیدگی کی بجائے سادہ،رواں اور جذبات سے پُرطرزِ تحریر کو اپنا کرایک انقلاب برپا کر دیا۔

دنیا میں ابتداء سے آج تک نہ صرف شعرو شاعری میں بلکہ ہر علم اور ہر پیشے اور ہر فن میں ،اکثر پیرو اپنے پیشروؤں کے صرف برابر ہی نہیں بلکہ ان سے بھی اعلیٰ و ارفع مرتبہ حاصل کیا فردوسی رزمیہ شاعری میں اپنے پیشروؤں اسدیؔ اور دقیقیؔ سے سبقت لے گیا ہے۔یہی حال خواجہ حافظ کا ہے اگرچہ وہ غزل میں سعدیؔ کے قدم بہ قدم چلے ہیں، مگر سعدیؔ سے بہت آگے نکل گئے ہیں۔قاآنی نے قصیدے میں تمام قدیم قصیدہ لکھنے والے سے زیادہ مرتبہ پایا۔میر تقی میر نے اگلے ریختہ گویوں کو جو یقیناً اس کے پیشرو تھے ،غزل میں اپنے سے بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔میرانیس تمام مرثیہ گویوں قدما سے بازی لے گئے ہیں۔اس طرح مرزاغالب نے اگرچہ امیر خسرو ، مرزا بیدلؔ ،نظیریؔ ، عرفیؔ ،خاقانیؔ اور انوریؔ وغیرہ کی پیروی کی تاہم مجموعی طور پر تمام اصناف میں اُن کو اِن شعراء پر سبقت حاصل ہے۔اور ان شعراء کی نسبت شعرو شاعری میں ان کو ایک بلند مقام حاصل ہے۔

مرزا غالب نے فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں شاعری و نثر تحریر کی۔انھوں نے وقت کی روایت کے مطابق فارسی شاعری لکھی تاہم مرزا غالب کو جو مقام و مرتبہ اُردو غزل و نثر میں حاصل ہوا وہ فارسی شاعری میں نہیں ملا۔وہ شاہکار کلام جو اُردو ادب کی تاریخ کا سب سے نمایاں حصہ ہے ، فارسی میں اس کی کمی محسوس ہوتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ الطاف حسین حالی،یادگارغالب،گنج شکر پریس لاہور،۱۹۸۷ء،ص۱۸

۲۔ عبدالغنی(ڈاکٹر)،فیض بیدل،ظفر سنز پرنٹرز،کوپرروڈ،لاہور،جون۱۹۸۲ء،ص۵۲،۵۳

۳۔ الطاف حسین حالی،یادگارغالب،گنج شکر پریس لاہور،۱۹۸۷ء،ص۹۶

۴۔ کلیات غالب،نامہ، مرتبہ امیر حسن نورانی راجہ رام کمار پریس لکھنؤ،فروری۱۹۶۸ء،ص۹

۵۔ عبدالغنی(ڈاکٹر)،فیض بیدل،ظفر سنز پرنٹرز،کوپرروڈ،لاہور،جون۱۹۸۲ء،ص۵۱،۵۲

۶۔ الطاف حسین حالی،یادگارغالب،گنج شکر پریس لاہور،۱۹۸۷ء،ص۱۸۵